4

اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ تمہاری روحانی زندگی تبلیغِ اسلام سے وابستہ ہے اور یہ کام قیامت تک جاری رہے گا

(فرمودہ 22 جنوری 1954ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''میں نے آج خطبہ تو ایک اَور مضمون کے متعلق بیان کرنا تھا اور میں بعد میں اسے بیان بھی کروں گا لیکن آج مجھے ایک نَو احمدی خاتون کا ایک رقعہ ملا ہے جس میں اُس نے عورتوں کے متعلق بعض شکایات لکھی ہیں۔ چونکہ وہ خاتون نَو احمدی ہیں اور انہیں معلوم نہیں کہ ہمارے طریق اور دوسرے مسلمان فرقوں کے طریق میں فرق ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہر جگہ کے احمدی اِس طریق کو ملحوظ رکھتے ہیں لیکن مرکز میں رہنے والے اسے ضرور ملحوظ رکھتے ہیں اور وہ طریق یہ ہے کہ خطبات میں ایسے مضامین بیان کیے جاتے ہیں جن کی وقتی طور پر جماعت کو ضرورت ہوتی ہے اور جماعت کو اُن کی طرف توجہ دلانا ضروری ہوتا ہے۔ باقی لوگوں کے لیے ایسا کرنا ضروری نہیں۔ اُن کے خطبہ کے لیے ایسی کوئی شرط نہیں۔ وہ کوئی مضمون بیان کر دیں، انہیں کوئی مضمون مل جائے انہوں نے خطبہ میں بیان کر دینا ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے کچھ نہ کچھ

پڑھ کر خطبہ کو پورا کرنا ہوتا ہے۔ گویا وہ کسی مقصد کے لیے خطبہ جمعہ نہیں پڑھتے بلکہ خطبہ کے لیے کوئی بات بیان کر دیتے ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں خطبہ کسی خاص غرض اور مقصد کے لیے پڑھا جاتا ہے۔ اس لیے ہمارے طریق کے مطابق یہ بات نہایت مشکل ہے کہ کوئی شخص خواہش کرے کہ فلاں بات خطبہ میں بیان کی جائے اور اسے بیان کر دیا جائے۔ اس کے معنے تو یہ ہیں کہ کسی خاص مقصد اور اسکیم کے ماتحت خطبہ نہ پڑھا جائے بلکہ جو شخص جس بات کے متعلق رقعہ دے اُس پر خطبہ پڑھ دیا جائے۔ مگر چونکہ شکایت کرنے والی ایک نَو احمدی خاتون ہیں اور پھر وہ دُور کے علاقہ کی رہنے والی ہیں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اُن کی خواہش کو پورا کر دوں۔ لیکن میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر خطبات کے سلسلہ میں لوگوں کی ساری خواہشات کو سامنے رکھا جائے تو خطبہ کی غرض اور اس کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

بہرحال اس نَو احمدی خاتون نے یہ شکایت کی ہے کہ مسجد میں عورتوں کے لیے جو حصہ ہے اس میں بچے بھی آ جاتے ہیں جو خطبہ اور نماز کے وقت شور مچاتے ہیں اور بعض اوقات مسجد میں پیشاب کر دیتے ہیں۔ اس کے متعلق میں لجنہ اماء اللہ کو توجہ دلاتا ہوں کہ درحقیقت یہ اُس کا فرض ہے کہ وہ عورتوں کو ان کی ذمہ داریوں اور فرائض کی طرف اور اِسی طرح صفائی کی طرف توجہ دلائے اور انہیں ایسی باتیں سمجھائے۔ لیکن پھر بھی ہم اتنا ہی کر سکتے ہیں کہ لجنہ اَماءِ اللہ کو اُس کے فرائض کی طرف توجہ دلا دی جائے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ پوری ہمت کے ساتھ اِن باتوں میں لگ جائیں تو وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گی۔ مگر میں ان نَو احمدی خاتون سے بھی یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہم میں اور دوسرے مسلمان فرقوں میں ایک فرق ہے۔ اور وہ فرق بھی انہیں سمجھ لینا چاہیے۔ باقی فرقوں میں عورتوں کے جمعہ کے لیے مسجد میں آنے کے متعلق اصرار نہیں کیا جاتا اس لیے جمعہ کے لیے مسجد میں عورتیں کم آتی ہیں۔ لیکن یہاں شریعت کے منشا کو پورا کرنے کے لیے ہم اِس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ عورتیں قومی کاموں میں حصہ لیں۔ اِس لیے ہمارے اس اصرار کی وجہ سے کہ عورتیں ایسے مواقع پر ضرور آئیں بچے بھی اُن کے ساتھ مسجد میں آ جاتے ہیں۔ دوسرے فرقوں میں چونکہ مسجد میں عورتوں کے آنے پر اصرار نہیں ہوتا اس لیے وہاں اول تو عورتیں آتی ہی بہت کم ہیں اور جو آتی ہیں وہ

اکثر ایسی ہوتی ہیں جو بوڑھی ہوتی ہیں اور وہ بچوں سے فارغ ہوتی ہیں یا گھر کی دوسری عورتوں کے پاس بچے چھوڑ کر آ جاتی ہیں۔ لیکن یہاں ہمارے اصرار کی وجہ سے بچوں والی عورتیں بھی مسجد میں آ جاتی ہیں کیونکہ یہ ضروری ہے کہ اگر بچہ گھر پر رہے تو یا عورت مسجد میں نہ آئے یا مرد مسجد میں نہ آئے اور یہ ہو نہیں سکتا۔ اگر گھر کے سارے بالغ افراد عورتیں اور مرد مسجد میں آ جائیں گے تو لازماً بچے بھی مسجد میں آئیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی ایسا ہوتا تھا۔ احادیث میں آتا ہے کہ آپؐ کے زمانہ میں مائیں اپنے بچے بھی ساتھ لے آتی تھیں اور جب بچے روتے تو آپ بعض دفعہ نماز جلدی پڑھا دیتے تھے۔1 اور آپ فرماتے تھے کہ ایسے اوقات میں یعنی جب بچہ روئے تو ماؤں کو اُسے گود ہی میں اُٹھا لینا چاہیے۔ایسا کرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

پس عورتوں کو ایسے مواقع پر اصرار کے ساتھ لانے کی کوشش یا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا کرتی تھی اور یا اب ہمارے زمانہ میں کی جاتی ہے۔ درمیان میں مسلمانوں پر ایسا دَور آیا ہے جب عورتوں کو ایسے مواقع پر حاضر کرنے میں کوتاہی کی جاتی رہی۔ اِس عرصہ کے دوران میں یا تو بوڑھی عورتیں مساجد میں آ جاتی تھیں اور وہ بچوں سے فارغ ہوتی تھیں۔ اور یا ایسی عورتیں آ جاتی تھیں جو بچے دوسری عورتوں کے پاس چھوڑ آتی تھیں۔ انہیں مساجد میں آنے پر مجبور نہیں کیا جاتا تھا حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مواقع پر اِس امر پر مجبور کیا ہے۔ مثلاً عید کے موقع پر آپ نے فرمایا کہ سارے مرد اور ہر قسم کی عورتیں اور بچے، جوان اور بوڑھے سب حاضر ہوں2 اور ایسا کہہ کر مسلمانوں کو آپ نے اِس امر کا احساس کرایا ہے کہ ایسے مواقع پر عورتوں کو بھی لانا چاہیے۔

پس جہاں لجنہ کا یہ فرض ہے کہ وہ عورتوں کی تربیت کرے اور سمجھائے۔ اور پھر ایسے طریق ایجاد کرے جن کے ذریعہ اِس مشکل سے نجات حاصل کی جائے۔ کیونکہ اگر بچے شور مچائیں گے تو خطبہ کے فوائد سے محروم رہنا ہو گا۔ اور اگر بچے پیشاب کریں گے تو مسجد خراب ہو گی۔ وہاں دوسرے لوگوں کو بھی یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ جب شریعت کے منشا کو پورا کرنے کے لیے ہم عورتوں کو مسجد میں آنے کے متعلق تحریک کریں گے تو اُن کے ساتھ بچے بھی آئیں گے

اور جب بچے مسجد میں آئیں گے تو وہ شور بھی مچائیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں مساجد میں آتی تھیں اور اُن کے ساتھ بچے بھی آتے تھے۔ اور پھر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بچے بھی شور کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ بعض دفعہ نماز جلد پڑھا دیتے تھے۔ پس ساری جماعت کا فرض ہے کہ وہ اِس کے متعلق غور کرے اور سوچے کہ وہ کونسے طریق ہیں۔ یورپ والوں نے بعض طریق ایجاد کیے ہوئے ہیں۔ اُن کے ہاں جمعہ کی قسم کی تقریبیں تو نہیں ہوتیں ہاں! جلسے ہوتے ہیں یا دفاتر ہوتے ہیں جہاں سینکڑوں مرد، عورتیں کام کرتے ہیں۔ جلسہ گاہ کے قریب ایسے کمرے بنا لیے جاتے ہیں جہاں نرسیں ہوتی ہیں۔ عورتیں اپنے بچے وہاں چھوڑ آتی ہیں اور وہ نرسیں اُن کی نگرانی کرتی ہیں۔ لیکن ہماری عورت کے پاس تو بعض دفعہ کپڑے صاف کرنے کے لیے صابن بھی نہیں ہوتا وہ نرسوں پر خرچ کس طرح کرسکتی ہے۔ یہ تو مالداروں کے چونچلے ہیں ان کی مسلمانوں سے امید نہیں کی جاسکتی۔ وہاں روپیہ ہے اِس لیے وہ اِس طریق پر عمل کر لیتے ہیں۔ مسلمانوں کے پاس روپیہ نہیں اِس لیے وہ اِس طریق پر عمل نہیں کر سکتے۔

ایک شکایت اس نَواحمدی خاتون نے یہ کی ہے کہ پچھلے جمعہ میں جب میں یہاں نہیں تھا میرے بعد جس خطیب نے خطبہ پڑھا وہ تھتلاتے تھے تو اس پر عورتیں ہنس پڑتی تھیں۔ یہ بات نہایت افسوسناک ہے۔ طبعی نقص پر ہنسنا اور مذاق اُڑانا، سخت کمینہ اور گندہ فعل ہے۔ لجنہ اماء اللہ کو اس طرف توجہ کرنی چاہیے۔ خطیب اول تو ادب اور احترام کے مقام پر ہوتا ہے۔ اِس لیے اُس کی باتیں عزت اور احترام کے ساتھ سُننی چاہییں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلہ میں بہت احتیاط فرماتے تھے۔ حضرت بلالؓ حبشی تھے۔ آپ ''ش'' اور بعض دوسرے حروف ادا نہیں کر سکتے تھے۔ آپ اذان پر مقرر تھے۔ اس لیے ان حروف کو ادا نہ کر سکنے کی وجہ سے اذان میں غلطی کر جاتے تھے۔ صحابہؓ اِس پر ہنس پڑتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو ایسا کرتے دیکھا تو فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تم بلال کے ''ش'' کو ''س'' کہنے پر ہنس پڑتے ہو اور اسے حقارت سے دیکھتے ہو۔ حالانکہ خداتعالیٰ عرش پر اس کی تعریف کر رہا ہوتا ہے۔ اِس طرح تم خطیب کے تھتلانے کو اُس کی کمزوری خیال کرتے ہو

لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں کو قابلِ ہنسی نہیں سمجھا بلکہ آپ نے تنبیہہ کی ہے کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ عورتوں کی منتظمات کو چاہیے کہ ان کی اصلاح کریں۔ خطیب تو ہمارا اپنا ہوتا ہے۔ ہم اگر اُس کے کسی طبعی نقص پر ہنسیں گے تو دوسرے لوگ تو نعرے لگائیں گے۔ اگر کوئی قوم اپنے لیڈروں کا احترام نہیں کرتی تو دوسرے تو جو چاہیں اُن سے سلوک کریں گے۔

اب میں اصل مضمون کی طرف آتا ہوں جو میں نے خطبہ میں بیان کرنا تھا۔ وہ مضمون میں تحریک جدید کے متعلق بیان کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے جلسہ سالانہ کے موقع پر بھی جماعت کو بتایا تھا کہ تحریک کے دونوں دوروں کے جو وعدے آ رہے ہیں وہ گزشتہ سالوں کی نسبت سے بہت کم ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس عرصہ میں کچھ کمی پوری کی گئی ہے۔ یعنی جب میں نے جلسہ سالانہ کے موقع پر جماعت کو اس طرف توجہ دلائی تھی اُس وقت اِس سال کے وعدوں اور گزشتہ سال کے وعدوں میں 33، 34 فیصدی کا فرق تھا یعنی سَو کی بجائے چھیاسٹھ کے وعدے آئے تھے لیکن اب فرق کم ہو گیا ہے۔ اب چھیاسٹھ کی بجائے قریباً اسّی فیصدی وعدوں کی گزشتہ سال سے نسبت ہے۔ لیکن اب وعدوں کی تاریخ ختم ہو رہی ہے۔ 15 فروری آخری تاریخ ہے جس تک وعدے مرکز میں پہنچ جانے ضروری ہیں۔ تین چار دن ڈاک پر لگ جائیں گے۔ گویا وعدے زیادہ سے زیادہ 20 فروری تک وصول ہوں گے۔ اور اس میں جتنے دن باقی رہ گئے ہیں وہ اتنے تھوڑے ہیں کہ ان میں اس کسر کا پورا ہونا بہت مشکل نظر آتا ہے۔

جلسہ سالانہ کے موقع پر میں نے جماعت کو بتایا تھا کہ ہمارے اہم ترین کاموں میں سے غیر ملکوں میں تبلیغِ اسلام کرنا ہے۔ کیونکہ اسلام کی کمزوری اور ضعف کا موجب غیر مذاہب کا رویہ ہے۔ اگر ہم اسلام کی صحیح تعلیم لوگوں کے سامنے پیش کریں اور اگر ہم ان میں سے کچھ حصہ کو مسلمان بنا دیں تو لازمی طور پر اُن کی دشمنی اور عداوت کمزور پڑ جائے گی اور آہستہ آہستہ ہو سکتا ہے کہ وہ سارے ہی ہمارے بھائی بن جائیں۔ مثلاً جب ملک تقسیم نہیں ہوا تھا ہم ہندوؤں میں تبلیغ کرتے تھے تو پیچھے پیچھے مولوی آ جاتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ آریہ بننا احمدی ہونے سے بہتر ہے۔ اور زیادہ تر قریب رہنے والے چونکہ وہی لوگ ہوتے تھے اس لیے ہمیں

تبلیغ کرنے میں مشکل پیش آتی تھی کیونکہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ یہی اسلام ہے جو مولوی لوگ پیش کر رہے ہیں احمدی تو تعداد میں بہت تھوڑے ہیں۔ لیکن دوسرے ممالک میں چلے جاؤ تو وہاں اگر ہمارا مبلغ ہے تو وہ جو صحیح اسلام پیش کرتا ہے لوگ بھی اس کو صحیح اسلام سمجھتے ہیں۔ صرف چند اورئنٹیلسٹ (ORIENTALIST) اور مستشرقین کہتے ہیں کہ دوسرے مسلمان اَور کہتے ہیں لیکن ان کے اتباع بہت کم ہوتے ہیں۔ اِس لیے اُن کی بات کو صرف چند افراد وقعت دیتے ہیں عوام نہیں۔ پس وہاں ہمارا نمائندہ جو کچھ کہتا ہے لوگ اُسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور اگر وہ باتیں انہیں معقول نظر آتی ہیں تو وہ مان لیتے ہیں۔ اور وہی ممالک ہیں جہاں تبلیغِ اسلام مفید ہوسکتی ہے۔ کیونکہ ان ممالک میں ہمارے پیچھے مولوی نہیں ہوتے جو یہ کہیں کہ یہ صحیح اسلام نہیں۔ بہرحال دوسرے ممالک میں ہمیں یہ سہولت میسر ہوتی ہے اور معقول طور پر قرآن کا پیش کردہ اسلام لوگوں تک پہنچانا آسان ہوتا ہے۔

پس ایک ہی طریق جو تبلیغ اور خدمتِ اسلام کا ہمارے پاس ہے۔ اگر اِس کی طرف توجہ نہ کی جائے تو اِس سے بڑی بدقسمتی اَور کیا ہو گی۔ لیکن باوجود اس کے کہ یہی ایک طریق خدمتِ اسلام کا ہے محض اس لیے کہ میرے منہ سے 19 کا لفظ نکل گیا تھا تحریک جدید کے وعدوں میں کمی واقع ہوگئی ہے۔ گویا 19 کا لفظ کیا نکلا قیامت آ گئی۔ اب اَور کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ غرض یہ لفظ لوگوں کے اندر کمزوری پیدا کر رہا ہے۔ میں بتا چکا ہوں کہ درحقیقت 19 کا لفظ کوئی معنے نہیں رکھتا۔ یہ لفظ مصلحت کے ماتحت خداتعالیٰ نے میرے منہ سے نکلوایا تھا ورنہ خدمتِ دین اور تبلیغِ اسلام کا کام وہ ہے جو قیامت تک چلے گا اور قرآن کریم سے بھی اِس کا پتا لگتا ہے۔ خداتعالیٰ کہتا ہے کہ مسیح علیہ السلام کے منکر قیامت تک رہیں گے۔3 اب صاف ظاہر ہے کہ ایک مسلمان تو مسیح علیہ السلام کا منکر نہیں ہوسکتا۔ غیر مسلم ہی اُن کے منکر ہو سکتے ہیں۔ پس دوسرے لفظوں میں اِس کے یہ معنے ہیں کہ غیرمسلم قیامت تک رہیں گے۔ اور اگر یہ بات صحیح ہے کہ غیرمسلم قیامت تک رہیں گے تو یہ بات بھی ماننی پڑے گی کہ تبلیغ اور خدمتِ اسلام بھی قیامت تک رہے گی اور درمیان میں کوئی شخص اسے ختم نہیں کر سکتا۔

ایک دفعہ قادیان میں مَیں نے جمعہ کی نماز پڑھائی تو بعد میں کسی شخص نے کہا کہ ایک پیر صاحب آئے ہوئے ہیں۔ وہ آپ سے کوئی بات دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا اچھا! پیر صاحب کو لے آئیں۔ چنانچہ میں مسجد میں ہی بیٹھ گیا اور وہ پیر صاحب آ گئے۔ انہوں نے سوال کیا کہ آپ مجھے یہ بتائیں کہ اگر کوئی شخص کشتی میں سوار ہو اور دریا کے دوسرے کنارے پر جانا چاہتا ہو تو جب کشتی کنارہ پر لگ جائے تو وہ کشتی میں ہی بیٹھا رہے یا دوسرے کنارہ پر پہنچ کر کشتی سے اُتر جائے؟ میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے معاً یہ بات ڈال دی کہ یہ پیر اِباحتی فقیروں میں سے ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نماز خداتعالیٰ سے ملنے کے لیے ہوتی ہے۔ جب کسی کو خداتعالیٰ مل جائے تو وہ نماز کیوں پڑھے؟ اِس کا ایک جواب تو یہ ہوسکتا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی وفات تک نماز پڑھتے رہے ہیں اس لیے ہم بھی اپنی وفات تک نماز پڑھتے رہیں گے۔ لیکن میں نے جو جواب دیا وہ یہ تھا کہ پیر صاحب! یہ بات تو دریا کی چوڑائی پر منحصر ہے۔ اگر دریا محدود ہے تو جب کنارہ آ جائے گا اُس شخص کا کشتی میں بیٹھے رہنا بیوقوفی کی بات ہو گی۔ لیکن اگر وہ دریا غیرمحدود ہے تو اگر ہم سمجھیں گے کہ دریا کا کنارہ آ گیا تو یہ بیوقوفی ہو گی۔ پس جہاں ہم اُترے وہیں ڈوبے۔ اب آپ بتایئے کہ آپ محدود دریا کے متعلق پوچھ رہے ہیں یا غیرمحدود دریا کے متعلق پوچھ رہے ہیں؟ اب یہاں سوال تو خداتعالیٰ کا تھا جو غیرمحدود ہے اُسے وہ محدود کیسے کہتا۔ اس لیے وہ کہنے لگا بات ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا ہوں کہ جب دریا غیرمحدود ہو تو جہاں ہم کشتی سے اُتریں گے وہیں ڈوبیں گے۔

وہی بات میں اب کہتا ہوں کہ تبلیغِ اسلام کا کام قیامت تک ہے جس نے یہ کام چھوڑا مرا۔ کھانا چھوڑ دینے سے جسمانی موت واقع ہو جاتی ہے اور تبلیغِ اسلام کا فریضہ ترک کر دینے سے روحانی موت آ جاتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے مومنوں کے ساتھ سودا کیا ہے کہ اُن کی جانیں اور مال میں نے اُن سے لے لیے ہیں اور اِس کے بدلہ میں مَیں نے انہیں جنت دے دی ہے۔[4] پس اللہ تعالیٰ بھی سودے کرتا ہے۔ اگر ہم اسے زندگی نہیں دیتے تو وہ ہمیں زندگی کیوں دے۔ خداتعالیٰ کی زندگی کے معنے یہ ہیں کہ اُس کے دین کی تعلیم زندہ رہے۔ اگر ہم اسلام کی زندگی کو قائم رکھ کر خداتعالیٰ کو زندگی نہیں دیتے

تو خداتعالیٰ بھی ہمیں زندگی نہیں دے گا۔ لیکن اگر ہم اس کو زندہ رکھتے ہیں تو خداتعالیٰ قیامت کے دن ہمیں کہے گا کہ تم نے مجھے زندگی دینے کی کوشش کی اس لیے اب میں بھی تمہیں زندگی دوں گا۔

یہ مت سمجھو کہ خداتعالیٰ کے لیے زندگی کا لفظ کیوں استعمال کیا گیا ہے۔ وہ تو حیّ وقیّوم ہے۔ اُس کے لیے زندگی کا لفظ استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ احادیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن جب بعض لوگ خداتعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے تو وہ کہے گا تم جنت میں داخل ہو جاؤ کیونکہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا، میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا، میں ننگا تھا تم نے مجھے کپڑے پہنائے۔ وہ لوگ کہیں گے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تُو تو ربّ العالمین ہے اور ہم تیرے بندے ہیں۔ تیری شان تو بہت ارفع ہے تُو کیسے بھوکا رہ سکتا ہے کہ ہم تجھے کھانا کھلائیں، تُو کیسے پیاسا رہ سکتا ہے کہ ہم تجھے پانی پلائیں، تُو کیسے ننگا رہ سکتا ہے کہ ہم تجھے کپڑے پہنائیں۔ اللہ تعالیٰ کہے گا نہیں! نہیں! تم نے ایسا کیا ہے۔ میرا ایک ادنیٰ سے ادنیٰ بندہ جب تمہارے پاس آیا اور وہ بھوکا تھا اور تم نے اسے کھانا کھلایا تو میں ہی بھوکا تھا جس کو تم نے کھانا کھلایا اور جب میرا ایک ادنیٰ سے ادنیٰ بندہ تمہارے پاس آیا اور وہ پیاسا تھا اور تم نے اسے پانی پلایا تو میں ہی پیاسا تھا جس کو تم نے پانی پلایا۔ اور جب میرا ایک ادنیٰ سے ادنیٰ بندہ تمہارے پاس آیا اور وہ ننگا تھا اور تم نے اسے کپڑے پہنائے تو میں ہی ننگا تھا جسے تم نے کپڑے پہنائے۔ اور اگر میرا ایک ادنیٰ سے ادنیٰ بندہ بیمار ہوا اور تم نے اس کی عیادت کی تو تم نے میری ہی عیادت کی۔[5] پس چونکہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا، میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا، میں ننگا تھا تم نے مجھے کپڑا پہنایا، میں بیمار تھا تم نے میری عیادت کی۔ اِس لیے آج میں بھی تم کو ایسے گھر میں جگہ دوں گا جہاں تمہیں ہر قسم کا رزق اور آرام ملے گا۔ اور اگر خداتعالیٰ کے کسی کمزور سے کمزور بندے کو رزق دینا خداتعالیٰ کو رزق دینا ہے، اگر اس کے کمزور سے کمزور بندے کو پانی پلانا خداتعالیٰ کو پانی پلانا ہے، اگر اس کے کمزور سے کمزور بندے کو کپڑے پہنانا خداتعالیٰ کو کپڑے پہنانا ہے تو دین تو اُس کی ساری صفات کا جامع ہے۔

دینِ اسلام کیا ہے؟ دینِ اسلام، خداتعالیٰ کی ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت اور مالکیت

کی صفات کو بیان کرنے والا ہے۔ جو شخص اِس دین کی اشاعت کے لیے کوشش نہیں کرتا وہ خداتعالیٰ کو دنیا میں زندہ کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ گویا خداتعالیٰ کا وجود اسلام کے ذریعہ آتا ہے۔ جو شخص اسلام کو زندہ کرتا ہے وہ دنیا کے لحاظ سے خداتعالیٰ کو زندہ کرتا ہے اور جو شخص اسلام کو زندہ نہیں کرتا وہ دنیا کے لحاظ سے خداتعالیٰ کو مارتا ہے۔ خداتعالیٰ تو ہر وقت عرش پر موجود ہے اور وہ ہمیشہ زندہ رہے گا لیکن جہاں تک ہمارا تعلق ہے وہ زندہ بھی ہوتا ہے اور مرتا بھی ہے۔ جب لوگوں کی توجہ خداتعالیٰ کی طرف سے ہٹ جائے اور اُس کی طرف اُن کا دھیان نہ رہے تو اُن کے لیے خداتعالیٰ مرا ہوا ہوگا۔ اور جب لوگوں کی توجہ خداتعالیٰ کی طرف ہو تو اُن کے لیے خداتعالیٰ زندہ ہوگا۔ غرض اسلام کی اشاعت میں ہی خداتعالیٰ کی زندگی ہے اور اس کی اشاعت کو ترک کرنا گویا خداتعالیٰ کی موت ہے۔ پس جو شخص اسلام کی اشاعت میں حصہ لیتا ہے وہ خداتعالیٰ کو زندہ کرتا ہے اور جو شخص اسلام کی اشاعت میں حصہ نہیں لیتا وہ خداتعالیٰ کی زندگی سے لاپروا ہے۔ اس کا یہ امید رکھنا کہ خداتعالیٰ اسے زندہ رکھے گا بیوقوفی کی بات ہے۔ آخر یہ ایک سودا ہے جو تم نے خداتعالیٰ سے کیا ہے۔ اگر تم اپنا حصہ پورا ادا نہیں کرتے تو خداتعالیٰ اپنا حصہ کیوں پورا کرے؟

میں نے تم پر واضح کر دیا تھا کہ تبلیغِ اسلام ہمیشہ کے لیے ہے۔ اس لیے اگر میرے منہ سے 19 کا لفظ نکل گیا تو کیا تم یہ کہو گے کہ اب تبلیغِ اسلام نہیں کی جائے گی؟ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو آپؐ نے بھی اِسی قسم کی ایک بات کہی۔ مدینہ آنے سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ مکہ کے لوگ مدینہ پر حملہ کریں گے اور اُن کی مسلمانوں سے لڑائیاں ہوں گی۔ اس لیے جب انصارِ مدینہ نے آپؐ کے سامنے یہ بات پیش کی کہ آپ مدینہ تشریف لے چلیں اور آپؐ نے وہاں جانا منظور کر لیا تو آپؐ نے فرمایا میں جب مدینہ آ جاؤں گا تو تمہارا کام ہوگا کہ اگر مدینہ پر حملہ ہو تو تم دشمن کا مقابلہ کرو اور اگر لڑائی مدینہ سے باہر ہو تو دشمن کا مقابلہ کرنے کی ذمہ داری تم پر عائد نہیں ہوگی۔ اب یہ ایک احتمالی بات تھی یقینی نہیں تھی اور چونکہ یہ ایک دُور کا خیال تھا اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے باہر کا خیال نہیں کیا اور مدینہ والوں نے

بھی کہہ دیا کہ ہاں! مدینہ پر حملہ ہونے کی صورت میں ہم دشمن کا مقابلہ کریں گے لیکن باہر نہیں۔ ہجرت کے بعد ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ اسلام کو بچانے کی خاطر مسلمانوں کو مدینہ سے باہر جا کر بھی لڑنا پڑا۔ چنانچہ جنگِ بدر ہی مدینہ سے باہر کئی منزلوں پر جا کر لڑی گئی۔ جب آپؐ جنگ کے لیے باہر نکلے تو پہلے یہ خیال تھا کہ ایک قافلہ سے مقابلہ ہو گا۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ لڑائی مکہ سے آنے والے ایک باقاعدہ لشکر سے ہو گی۔ اس پر آپ نے خیال فرمایا کہ مدینہ والوں سے تو یہ معاہدہ تھا کہ انہیں مدینہ کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کرنا ہو گا مدینہ سے باہر لڑائی کی صورت میں مقابلہ کرنے کی ذمہ داری ان پر عائد نہیں ہو گی۔ جب آپؐ لڑائی کے لیے باہر نکلے تو آپؐ کے ساتھ مہاجرین بھی تھے اور انصار بھی۔ آپؐ نے صحابہؓ کو جمع کیا اور فرمایا تم مجھے مشورہ دو کہ دشمن سے لڑائی کی جائے یا نہیں؟ آپؐ کا منشا تھا کہ آپؐ کے سوال کے جواب میں انصار بولیں گے کہ معاہدہ کے وقت ہم سے یہ شرط کی گئی تھی کہ مدینہ پر حملہ ہونے کی صورت میں ہم مدینہ کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کریں گے مدینہ سے باہر لڑائی کی صورت میں ہم اس کا مقابلہ کرنے کے پابند نہیں ہوں گے۔ اب آپ بغیر بتائے ہمیں یہاں لے آئے ہیں یہ بات اس معاہدہ کے خلاف ہے۔ بہرحال آپؐ نے جب مشورہ پر زور دیا تو مہاجرین نے مشورہ دیا کہ اگر دشمن حملہ کرتا ہے تو ہمارے لیے اس کا مقابلہ کرنے کے سِوا اَور کیا چارہ ہے؟ انصار خاموش بیٹھے رہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مہاجرین کے بار بار کھڑا ہونے اور مشورہ دینے کے بعد فرماتے اے لوگو! مجھے مشورہ دو کہ اب کیا کیا جائے؟ اُس وقت ایک انصاری رئیس کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! لوگ آپ کو مشورہ تو دے رہے ہیں لیکن پھر بھی آپ یہی فرما رہے ہیں اے لوگو! مجھے مشورہ دو، اے لوگو! مجھے مشورہ دو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپ کی غرض یہ ہے کہ ہم بھی بولیں۔ یَارَسُوْلَ اللّٰہ! ہم اب تک اس لیے نہیں بولے کہ حملہ آور، مہاجرین کے بھائی بند ہیں۔ اُن میں کوئی تو مہاجرین کا بھائی ہے، کوئی چچا ہے اور کوئی بھتیجا ہے۔ ہمارا اُن سے لڑائی کا مشورہ دینا اخلاق کے خلاف تھا۔ کیونکہ اگر ہم یہ مشورہ دیتے کہ ہم حملہ آوروں سے لڑیں گے تو مہاجرین کہتے یہ لوگ ہمارے بھائی بندوں کے قتل کے شوقین ہیں۔ اس لیے ہم نے مناسب

سمجھا کہ مہاجرین بول لیں کیونکہ وہ لوگ ان کے اپنے بھائی بند ہیں۔لیکن یَا رَسُولَ اللّٰہ! آپ کے بار بار مشورہ پر زور دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ انصار بھی بولیں۔ اور شاید حضور کا مشورہ طلب کرنے سے اُس معاہدہ کی طرف اشارہ ہے جو ہجرت سے قبل آپ کے اور انصار کے درمیان ہوا۔ آپؐ نے فرمایا یہ درست ہے۔ وہی معاہدہ میرے مدنظر تھا۔ اس پر انصاری رئیس نے کہا یَارَسُولَ اللّٰہ ! جب ہم نے وہ شرط کی تھی کہ ہم مدینہ کے اندر رہ کر دشمن سے مقابلہ کریں گے مدینہ سے باہر لڑائی کی صورت میں ہم آپ کی مدد کے ذمہ دار نہیں ہوں گے اُس وقت ہمیں پتا نہیں تھا کہ آپ ہیں کیا۔آپ کی شان ہم پر واضح نہیں تھی۔ صرف بعض صداقتیں دیکھ کر ہم آپ پر ایمان لے آئے۔آپ نے ہجرت فرمائی تو مدینہ میں ہم آپ کی مجلسوں میں بیٹھے اور ہمیں پتا لگا کہ آپ کی شان کیا ہے۔ اب وہ معاہدہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اب آپ کی شان ہمیں معلوم ہو چکی ہے۔اب یَارَسُولَ اللّٰہ ! ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے، آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور دشمن ہماری لاشوں کو روندتا ہوا آپ تک پہنچے تو پہنچے اس سے پہلے نہیں پہنچ سکتا۔ پھر اُس انصاری رئیس نے کہا یَارَسُولَ اللّٰہ ! سامنے (دو تین منزل پر) سمندر ہے۔لڑائی تو الگ رہی آپ ہمیں حکم دیں کہ تم سب اس سمندر میں کُود جاؤ تو ہم بلا سوچے سمجھے اس میں اپنی سواریاں ڈال دیں گے۔

تو دیکھو! وہ بھی ایک معاہدہ تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے ہجرت سے قبل کیا تھا۔ میں نے تو تم سے کوئی معاہدہ نہیں کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے انصار نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ مدینہ سے باہر جا کر دشمن کا مقابلہ نہیں کریں گے۔ خدا تعالیٰ نے سمجھا کہ اگر ابھی سے انہیں کہہ دیا گیا کہ تمہیں دشمن کا مقابلہ کرنا ہوگا تو یہ لوگ ڈر نہ جائیں۔ جب ان پر حقیقت کھل جائے گی تو یہ لوگ خود لڑیں گے۔ اِسی طرح جب میں نے تحریک جدید کا اعلان کیا تھا تو وہ تمہاری کمزوری کا وقت تھا۔ اگر اُس وقت میں یہ کہہ دیتا کہ یہ تحریک قیامت تک کے لیے ہے تو شاید☆ اکثر ہمت سے کام نہ لیتے اور اس میں حصہ لینے سے محروم رہتے۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے میری زبان سے پہلے تین اور دس اور پھر انیس کا لفظ نکلوا دیا۔

☆ اصل مسودہ میں اس جگہ دو الفاظ پڑھے نہیں جا سکے۔

خداتعالیٰ جانتا تھا کہ جب یہ لوگ انیس سال تک پہنچ جائیں گے تو وہ اس میں اس طرح پھنس جائیں گے کہ ان کا اس سے نکلنا مشکل ہوگا۔ اِس وقت سارے اہم ممالک میں ہمارے مشن قائم ہیں اور ان میں ہماری تبلیغ ہو رہی ہے۔ اب اگر تحریک جدید کے کمزور ہونے کی وجہ سے ہمیں کسی مشن کو بند کرنا پڑا تو تمہاری ناک کٹ جائے گی۔ اب ناک کٹوانے سے محفوظ رہنے کے لیے تمہیں ساتھ ساتھ چلنا پڑے گا۔ تم اپنے آپ کو تبلیغ میں اس طرح پھنسا بیٹھے ہو کہ اب سوائے بے شرمی اور بے حیائی کے کوئی چیز نہیں جو تمہیں اس کام سے ہٹا سکے۔ تبلیغِ اسلام کے متعلق جو ذمہ داری تم پر عائد ہوتی ہے تم اُس فرض کو جانے دو تم اپنے ناک کی حفاظت کرو۔ اگر تم تحریک جدید سے ہٹ گئے تو تمہاری ناک کٹ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ یہ طریق صرف اس لیے اختیار کیا تھا کہ تم کمزوری کا شکار نہ ہو جاؤ اور تمہیں مضبوط ہونے اور بہادری دکھانے کا موقع مل جائے۔ تم دس اور انیس کے پھیر میں نہ پڑو یہ کام قیامت تک کے لیے ہے یا یوں سمجھ لو کہ یہ کام اُس وقت تک کے لیے ہے جب تک تم زندہ رہو۔ جب تم مر جاؤ گے تو یہ کام تمہارے لیے بند ہوگا اور جب یہ کام بند ہوگا تو تم مر جاؤ گے۔ اگر تبلیغِ اسلام ختم ہو گی تو تمہاری روحانی زندگی ختم ہو جائے گی اور اگر تم روحانی طور پر زندہ رہو گے تو تبلیغِ اسلام بھی ختم نہیں ہو گی۔ پس اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے اور یہ دیکھتے ہوئے کہ تم نے بھی خداتعالیٰ سے کچھ امیدیں لگا رکھی ہیں تم تحریک جدید میں بڑھ چڑھ کر حصہ لو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ یَا رَسُولَ اللّٰہ! آپ تو اپنے اعمال کے زور سے جنت میں چلے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا نہیں عائشہ! مَیں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی جنت میں جاؤں گا۔6 اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا وجود بھی یہ کہتا ہے کہ میں خداتعالیٰ کے فضل سے ہی جنت میں جاؤں گا تو تم کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے ہو کہ تم اپنے اعمال کے زور سے جنت میں چلے جاؤ گے؟ آخر وہ کیا چیز ہے جو تم خدا کے سامنے پیش کرو گے؟ اگر تم نماز پڑھتے ہو تو تم اپنے فائدہ کے لیے پڑھتے ہو۔ اگر تم روزے رکھتے ہو تو تم اپنے فائدہ کے لیے رکھتے ہو۔ اگر تم حج کرتے ہو تو تم اپنے فائدہ کے لیے کرتے ہو۔ اگر تم زکوٰۃ دیتے ہو

توتم اپنے بھائی بندوں کے فائدہ کے لیے دیتے ہو۔ صرف ایک چیز ہے جس کو تم خداتعالیٰ کے سامنے پیش کر سکتے ہو اور کہہ سکتے ہو کہ اے خدا! ہم نے تیری خاطر یہ کام کیا۔ ہم پاکستان میں رہتے تھے، تہبند باندھتے تھے، پھٹی ہوئی پگڑیاں پہنتے تھے، کھانے کو پیٹ بھر کر بھی نہیں ملتا تھا مگر باوجود اِن سب تکلیفوں کے ہم نے محض تیرے نام کو بلند کرنے کے لیے چندے دیئے۔ یہی وہ چیز ہے جس کو قیامت کے دن اپنی نجات کی خاطر تم خداتعالیٰ کے سامنے پیش کر سکتے ہو۔ اور خداتعالیٰ جو عدل و انصاف کا منبع ہے تمہیں یہی کہہ سکتا ہے کہ تم نے تکلیفیں اُٹھا کر میرے نام کو بلند کیا تھا۔ اب میں اِس جہاں میں تمہارے کام کو بلند کروں گا۔ پھر یہی وہ چیز ہے جسے تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر سکتے ہو اور کہہ سکتے ہو کہ یَارَسُولَ اللّٰہ! ہم نے آپ کے لائے ہوئے دین کی تبلیغ کی ہے۔ اس لیے آپ خداتعالیٰ کے پاس ہماری شفاعت کریں۔ پس اللہ تعالیٰ کے فضل اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو کھینچنے کے لیے تبلیغِ اسلام کے سِوا اَور کوئی چیز نہیں۔ اور دنیا میں سب سے مقدم یہی عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا[7] کہ تُو قرآن کریم کو لے کر جہادِ کبیر کر۔ پس سب سے بڑا عمل یہی ہے کہ تم قرآن کریم کے ساتھ جہادِ کبیر کرو۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ تم نماز اور روزہ سے جنت لے لو گے تو تمہاری مرضی۔ لیکن اگر تم سمجھتے ہو کہ جنت کو حاصل کرنے کے لیے خداتعالیٰ کے فضل کی ضرورت ہے تو اُس کا فضل اِسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے کہ تم تحریک جدید میں حصہ لو۔ تکالیف اور مشکلات آتی ہیں تو آنے دو لیکن تبلیغ کو نہ چھوڑو۔ تا کہ نجات تمہارا دامن نہ چھوڑے اور تا تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعویٰ سے کہہ سکو کہ ہم آپ کی شفاعت کے مستحق ہیں۔ ہم نے آپ کے لائے ہوئے دین کو جہنم سے نکالا ہے کیا آپ ہمیں جہنم سے نہیں نکالیں گے یا تم خداتعالیٰ سے یہ کہہ سکو کہ ہم نے تیرے نام کو دنیا میں روشن کرنے کے لیے فاقے بھی برداشت کیے ہیں لیکن تجھے فاقے برداشت کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم نے تکالیف برداشت کر کے تیرے دین کو زندہ کیا ہے اب ہمیں زندگی دینے کے لیے تجھے تکالیف برداشت کرنے کی ضرورت نہیں۔ پھر کیا تو فاقے

برداشت کیے بغیر اور تکالیف اُٹھائے بغیر بھی ہمیں زندگی نہیں بخشے گا؟ پس یہ دو دلیلیں ہیں جن کے ساتھ تم خداتعالیٰ کے فضل اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو حاصل کر سکتے ہو۔ اِن کے علاوہ اَور کوئی چیز نہیں جس کے ذریعہ تم خداتعالیٰ کے فضل کو حاصل کر سکو یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی امید رکھ سکو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر تمہاری سفارش کریں گے تو اُن کے پاس کوئی نہ کوئی دلیل تو ہونی چاہیے جو وہ خداتعالیٰ کے سامنے پیش کرسکیں۔ آپ یہ تو نہیں کہیں گے کہ میں پارٹی کا پنچ ہوں اس لیے ان لوگوں کی شفاعت کرتا ہوں۔ آپ کو خداتعالیٰ کے سامنے کوئی نہ کوئی چیز پیش کرنی ہوگی کہ یہ وجہ ہے جس کی بناء پر میں ان کو اپنی پارٹی میں شامل کرنا چاہتا ہوں۔ اور خدمتِ اسلام کے سِوا مجھے کوئی اَور چیز ایسی نظر نہیں آتی جس کی بناء پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری شفاعت کریں۔

بے شک جنت میں جانے کے لیے طہارتِ نفس کی بھی ضرورت ہے، اس کے لیے ایمان کی بھی ضرورت ہے،اس کے لیے خدمتِ خلق کی بھی ضرورت ہے لیکن باوجود اِس کے ہماری کوششوں میں کمی رہ جاتی ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی ضرورت ہے۔ یہ نہیں کہ فلاں شخص نے نماز نہیں پڑھی یا اُس نے زکوٰۃ نہیں دی اِس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی سفارش کریں گے۔ آپؐ کی شفاعت اِس لیے ہوگی کہ ان لوگوں نے سارا زور لگا کر نمازیں پڑھی ہیں، سارا زور لگا کر روزے رکھے ہیں لیکن پھر بھی کچھ کسر رہ گئی ہے۔ انہوں نے اچھی طرح حج کیا ہے لیکن پھر بھی اس میں کسر رہ گئی ہے۔ انہوں نے پورا زور لگا کر زکوٰۃ دی ہے لیکن پھر بھی اس میں کچھ کسر رہ گئی ہے۔ اس کسر کو پورا کرنے کے لیے میں ان کی سفارش کرتا ہوں۔ انہوں نے پورا زور لگا کر اعمالِ صالحہ کیے ہیں لیکن پھر بھی کچھ کسر رہ گئی ہے۔ آپ رحیم و کریم ہیں آپ یہ کسر پوری کر دیں۔پس خداتعالیٰ سے شفاعت کرنے کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی چیز تو ہونی چاہیے کہ یہ شخص اخلاص سے کام کر رہا تھا لیکن اِس کی کوششوں میں کمی رہ گئی آپ اس کمی کو پورا کر دیں۔تم جب کسی سے کہتے ہو کہ میرا فلاں کام کر دو یا کسی سے

سفارش کرواتے ہو تو ساتھ ہی یہ دلیل دیتے ہو کہ فلاں وجہ ہے جس کی بناء پر مجھے یہ حق حاصل ہے۔ پس اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خداتعالیٰ کے پاس شفاعت کے لیے جائیں گے تو آپ کے پاس کوئی نہ کوئی دلیل ہونی چاہیے جس کو پیش کر کے وہ خداتعالیٰ سے شفاعت کر سکیں۔ اور وہ یہی ایک چیز ہے کہ ہم نے خداتعالیٰ کے دین کی خدمت کر کے اسے زندہ کیا تھا اب وہ ہمیں زندہ کرے۔ ہم نے خداتعالیٰ سے سودا کیا تھا سو ہم نے اپنی شرط پوری کر دی اب وہ اپنی شرط پوری کرے۔ یہی ایک دلیل ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خداتعالیٰ کے سامنے پیش کر سکتے ہیں اور اس کا فضل حاصل کر سکتے ہیں۔

پس مت سمجھو کہ یہ کوئی معمولی کام ہے۔ یہ مت سمجھو کہ اسے نظرانداز کر کے تم اپنی روحانیت کو سلامت رکھ سکتے ہو یا قیامت کو خداتعالیٰ کے فضلوں کا مطالبہ کر سکتے ہو۔ خداتعالیٰ کے فضلوں کا مطالبہ کرنے کے لیے کسی غیرمعمولی چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ اپنے رستہ سے ہٹ کر کوئی چیز ہے جو انسان کو خداتعالیٰ کے فضلوں کا وارث بنا دیتی ہے اور یہ کام یعنی خدمتِ اسلام رستہ سے ہٹ کر ہے۔ تم کہہ سکتے ہو کہ اے خدا! باقی کام تو ہم اپنے نفسوں کے لیے کرتے رہے ہیں لیکن یہ کام ہم محض تیرے لیے کرتے رہے ہیں اور اُن لوگوں کے لیے کرتے رہے ہیں جو دوسرے ممالک میں رہتے تھے۔ پس میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے فرائض کو سمجھے۔ اسے کوشش کرنی چاہیے کہ قربانی کے لیے چھلانگیں مار کر آگے آئے تا کہ ہم جلد سے جلد اسلام کی اشاعت کر سکیں۔ اب دنیا کنارے پر لگ چکی ہے۔ اسے صرف ایک ٹھوکر کی ضرورت ہے۔ طبائع میں سلامت روی پیدا ہو چکی ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ دنیا دہریت اور بے دینی کی طرف جا رہی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ دنیا دہریت اور بے دینی کی طرف نہیں جا رہی بلکہ عقل کی طرف جا رہی ہے۔ پہلے لوگ مولویوں اور پنڈتوں سے سُن کر مذہبی باتیں مان لیتے تھے۔ اگر پنڈت کہہ دیتے تھے کہ خداتعالیٰ دنیا میں آ کر ہمارے کاموں میں شریک ہو جاتا ہے تو وہ اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا کہہ دیتے تھے۔ اگر پنڈت کہتے کہ خداتعالیٰ بُتوں میں آ جاتا ہے اور ہم سے باتیں کرتا ہے تو وہ یہ باتیں مان لیتے تھے۔ اگر پنڈت کہتے کہ خداتعالیٰ کہتا ہے کہ تم اس کے خاص لوگوں میں سے ہو تم دوسرے لوگوں کو

مارتے پھر و تو لوگ کہتے یہ ٹھیک ہے لیکن اب ایسا نہیں۔ اب اگر کسی کو کوئی بات کہو تو وہ کہتا ہے پہلے مجھے سمجھاؤ کہ یہ کس طرح درست ہے۔ لوگ اس کا نام بے دینی اور دہریت رکھتے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ سچائی کی جستجو ہے جو عیسائیوں اور دوسرے مذاہب والوں میں پیدا ہوگئی ہے۔ نئی پَود کے ہر فرد میں یہ احساس پیدا ہو جانا کہ تم ہمیں سمجھاؤ تو ہم مانیں یہ نہایت خوش قسمتی اور مفید احساس ہے۔ اب وہی مذہب غالب آ سکتا ہے جس کی بنیاد عقل پر ہو۔ جس مذہب کی بنیاد عقل پر نہیں وہ مذہب ہارے گا اور جس کی بنیاد عقل پر ہے وہ جیتے گا۔ لوگ اسے دہریت اور بے دینی کہتے ہیں اور میں اسے دین کی جستجو اور اس کے لیے ایک تڑپ کہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ دماغوں کو اس طرف مائل کر رہا ہے کہ وہ معقول باتوں کو مانیں اور غیر معقول باتوں کو ردّ کریں۔ پس دنیا اسلام کے کنارے پر کھڑی ہے اور وہ زبانِ حال سے پکار رہی ہے کہ مجھے اسلام دو، مجھے صداقت دو تا میں اسے مان لوں۔ اِس زریں موقع کو ہاتھ سے جانے دینا بہت بڑی غفلت اور جُرم ہے۔

اِسی سلسلہ میں مَیں جماعت میں یہ تحریک کرتا ہوں کہ یکم فروری سے سات فروری تک تحریک جدید کا ہفتہ منایا جائے ۔ ہر جگہ پر ایک بار یا دودو، تین تین بار جلسے کیے جائیں اور جماعت کے ہر فرد کے پاس جماعت کے مخلصین پہنچیں اور اُسے اِس تحریک میں شامل کریں۔ میں نے مخلصین کا لفظ اس لیے کہا ہے کہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ جماعت کا کچھ حصہ کمزور ہے۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ مخلصین کمزوروں کے پاس پہنچیں تا ان میں سے بھی کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اسے تحریک جدید میں شامل کرنے کے لیے کوئی تحریک نہیں ہوئی۔ اور پھر جو شخص ایک دفعہ تحریک جدید میں حصہ لے گا اور یہ سمجھ کر حصہ لے گا کہ یہ تحریک قیامت تک چلنے والی ہے وہ پیچھے نہیں ہٹے گا۔

اب بعض لوگ ایسے ہیں جو پیچھے ہٹ گئے ہیں یا انہوں نے اپنے سابقہ وعدوں کے مقابل پر صرف پندرھواں، سولھواں یا بیسواں حصہ چندہ لکھوایا ہے لیکن وہ بھی ہیں جنہوں نے پہلے سے بھی بڑھ کر اس میں حصہ لیا ہے۔ ہمارے کارکن وعدوں میں کمی کرنے والوں پر چڑتے ہیں اور قربانی کرنے والوں کی طرف نہیں دیکھتے۔ جماعت میں ایسے لوگ بھی ہیں

جنہوں نے اپنے سابقہ وعدوں میں کافی اضافہ کیا ہے۔ مثلاً کچھ دن ہوئے میرے سامنے ایک فہرست وعدہ کنندگان کی پیش ہوئی تھی۔ اُس میں سے ایک شخص کا چندہ پچھلے سال چھ سَو روپیہ تھا اور اِس سال اُس نے ایک ہزار کا وعدہ کیا ہے۔ پس کارکنوں کو چاہیے کہ وہ دونوں کو دیکھیں۔ کمزور پر چِڑنے کی ضرورت نہیں بلکہ ضرورت اِس امر کی ہے کہ استقلال اور قوی جدوجہد کے ساتھ کمزور کو طاقت دی جائے۔ یہ ایک موڑ ہے جو انیس سال کے گزرنے کے بعد سامنے آ گیا ہے۔ جب یہ موڑ گزر جائے گا تو آگے کوئی موڑ نہیں آئے گا۔ اب موت ہی ہے جو چندہ دینے سے کسی کو روکے۔ اور موت سے آگے تو ہم کسی سے چندہ لے بھی نہیں سکتے۔ یعنی اس کے آگے اَور کوئی موڑ نہیں سوائے اِس کے کہ کوئی شخص زندگی کے موڑ سے ہی مُڑ جائے اور ایسے شخص کا واسطہ خدا تعالیٰ سے ہو جاتا ہے۔

پس اِس سال ہمیں خاص جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے میں نے فروری کا پہلا ہفتہ مقرر کیا ہے۔ یکم فروری سے سات فروری تک ہفتہ تحریک جدید منایا جائے۔ ان دنوں جماعت میں جلسے کیے جائیں اور ہر شخص کے پاس جماعت کے سیکرٹری اور صدر صاحبان پہنچیں اور دیکھیں کہ کوئی شخص اس تحریک میں حصہ لینے سے محروم نہ رہے۔ یا کون شخص ایسا ہے جس نے اپنی حیثیت کے مطابق اپنی ماہوار آمدن کا چوتھا، نصف، تین چوتھائی یا اللہ تعالیٰ اُسے توفیق دے تو ایک مہینہ کی ساری آمد تحریک جدید میں دے۔ یعنی جس شخص کی ماہوار آمد ایک سَو روپیہ ہے وہ کم سے کم پچیس روپے اِس تحریک میں دے یا خدا تعالیٰ اُسے توفیق دے تو پچاس، پچھتّر یا سَو روپیہ اس تحریک میں دے۔ پس اِس ہفتہ میں لوگوں میں اِس کی تحریک کی جائے۔

اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم نے تحریک جدید میں حصہ لینے کے لیے کم از کم پانچ روپیہ کی شرط لگائی ہے۔ اگر کوئی شخص ایک ہزار روپیہ ماہوار والا بھی پانچ روپیہ دے کر اِس تحریک میں شامل ہوتا ہے تو ہمیں اُس کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔ ہاں! اُسے سمجھانا چاہیے کہ تم اپنی قربانی کا مقابلہ دوسروں کی قربانیوں سے کر کے دیکھ لو۔ کُجا وہ لوگ تھے جنہوں نے پانچ پانچ، چھ چھ ماہ کی آمدنیں تحریک جدید میں دے دیں اور کُجا تم ہو کہ تم اپنی ماہوار آمد سے جو ایک ہزار روپیہ ہے صرف پانچ روپیہ اِس تحریک میں دیتے ہو۔ وہ تو پانچ پانچ ماہ کی آمدنیں تحریک جدید میں دے

دیتے تھے اور تم اپنی ماہوار آمد کا دوسواں حصہ دیتے ہو۔ گویا تم اُن کی قربانی کا ہزارواں حصہ قربانی کرتے ہو اور اِس قربانی کا تو ہمیں مجلسوں میں اظہار کرنے سے بھی شرم آتی ہے۔ بہرحال تحریک کرنا تمہارا فرض ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی حیثیت سے کم قربانی کرتا ہے تو اس سے انکار کرنا ہمارا حق نہیں۔ چاہے کوئی لاکھوں روپے ماہوار آمد والا پانچ روپیہ لکھائے تم لکھ لو لیکن اُسے یہ تحریک کرنی چاہیے کہ تمہاری قربانی پہلوں کی قربانی سے کوئی نسبت نہیں رکھتی۔ جماعت کے دوستوں سے میں امید کرتا ہوں کہ وہ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کو سمجھتے ہوئے سچے طور پر اور پورے اخلاص سے اس بات کے لیے زور لگا دیں گے کہ اِس سال تحریک جدید کے وعدے پچھلے سال کے وعدوں سے کم نہ رہیں بلکہ اُن سے بہت آگے نکل جائیں"۔

(المصلح 28 جنوری 1954ء)

1: صحیح بخاری کتاب الاذان باب مَنْ اَخَفَّ الصَّلَاۃَ عِنْدَ بُکَاءِ الصَّبِیِّ

2: بخاری کتاب العیدین باب خروج النساء وَالْحُیَّضِ الی المصلّٰی

3: وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (ال عمران: 56)

4: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبة:111)

5: مسلم کتاب البر والصلة باب فضل عیادة المریض

6: بخاری کتاب الرّقاق بابُ الْقَصْدِ وَالْمُدَاوَمَةِ عَلَی الْعَمَلِ

7: الفرقان:53